REGD P. 725

یادگار حضرت حجۃ الاسلام جناب مولانا سید علی حیدر صاحب قبلہ طاب ثراہ

جاری شدہ ۱۸۹۶ء

اصلاح

پانچ روپئے صرف ۵/-

سالانہ چندہ ہند و پاکستان میں

مدیر

سید محمد باقر نقوی مولوی فاضل، صدر الافاضل

مطبع "اصلاح" کھجوا (صوبہ بہار)

ابوہریرہؓ

مشہور صحابی جو پیغمبرِ اسلامؐ کی آخری زندگی میں اسلام لائے اور صرف تین برس آپ کی صحبت میں رہے مگر اس تین برس کی قلیل مدت میں پیغمبرؐ سے انھوں نے اتنی حدیثیں سنیں کہ اُن کی روایتوں سے حضرات اہلسنت کی صحاح ستّہ اور تمام کتب احادیث چھلک رہی ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ مذہب اہلسنّت کی تشکیل میں ابوہریرہ کا بڑا ہاتھ رہا ہے اور زیادہ تر دینی عقائد، مذہبی احکام و مسائل آپ ہی کی حدیثوں کے رہینِ منّت ہیں تو ذرہ برابر مبالغہ نہ ہوگا۔

شدید ضرورت تھی کہ آپ کی زندگی، عادات و خصائل کیساتھ آپ کی حدیثوں کا جائزہ لیا جائے۔ حضرت حجۃ الاسلام آقا عبدالحسین شرف الدین موسوی طاب ثراہ نے "ابوہریرہ" تحریر فرما کر بلاشبہ سوادِ اعظم پر احسانِ عظیم فرمایا۔ یہ قیمتی کتاب پہلی مرتبہ دفترِ اصلاحؔ نے شائع کی ہے ——— قیمت ۳/۵۰

شیعہ بچّوں کی مذہبی تعلیم

بچوں کی ابتدائی دینی تعلیم کے لئے دفترِ اصلاحؔ نے پانچ حصّوں میں دینیات کا کورس شائع کیا ہے۔ ہر حصّہ درجہ بدرجہ بچّوں کی استعداد اور تدریجی طور پر بڑھتی ہوئی لیاقت و اہلیت کو پیشِ نظر رکھ کر نہایت سلیس اور عام فہم عبارت میں لکھا گیا ہے۔ مُلک کے مختلف اسکول و مدارس کے علاوہ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ اور جامعہ ملّیہ دہلی کے نصاب میں داخل ہے۔ قیمت:- پہلا حصّہ ۵ر۔ دوسرا حصّہ ۵ر۔ تیسرا حصّہ ۶ر۔ چوتھا حصّہ ۸ر۔ پانچواں حصّہ ۸ر

بنی اُمیّہ اور اُنکی دشمنی اسلام سے

بنی اُمیّہ نے پیغمبرِ اسلامؐ اور اسلام پر کیا کیا مظالم ڈھائے کِن کِن طریقوں سے شریعتِ الٰہیہ کو نیست و نابود کرنے کی کوشش کی۔ اپنی حکومت قائم کرنے اور اپنے اقتدار کو مضبوط بنانے کے لئے کِن کِن ہتھکنڈوں سے وہ کام لیتے رہے۔ دفترِ اصلاحؔ کا تازہ ترین شاہکار ——— قیمت ۲/۵۰

عبداللہ بن سبا

تاریخِ اسلام کی بدنام ترین خیالی ہستی جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کی ہلاکت اسی ابن سبا کی کارروائیوں کا نتیجہ تھی۔ اس رسالہ میں ابن سبا کے ہست و بود پر محققانہ بحث کی گئی ہے اور مورخین کے اس گورکھ دھندے کے تار و پود بکھیر کے رکھ دیئے گئے ہیں ——— قیمت ۱/-

ماہنامہ

اصلاح

نمبر ۹ | ۱۵ ستمبر ۱۹۶۵ء | جلد ۶۲

ائمہ اربعہ کی اشاعت اور ہماری مشکلات

امسال ۱۵ مارچ سے ہم نے ائمہ اربعہ کی اشاعت شروع کی ہے اور اسکی ضخامت کو پیش نظر رکھتے ہوئے کوشش کر رہے ہیں کہ ہر ماہ اسکے زیادہ سے زیادہ صفحات شائع ہوں خدا کا شکر کہ اس شمارے تک ۱۶۰ صفحات شائع ہو چکے اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھے بھی گئے کتاب گوناگوں عنوانات و ابواب پر مشتمل ہے اور نہ صرف مکمل ہونے پر اردو زبان میں اپنی نوعیت کی واحد چیز ہوگی مگر افسوس کہ ہوشربا گرانی نے اس کتاب کی اشاعت بیحد دشوار کر دی ہے ایک تو خریداروں کی کمی ہی کیا کم دل شکن تھی کہ کتابت و طباعت و کاغذ کے بڑھتے ہوئے مصارف نے جان پر بنا دی ہے۔ اس شدید پریشانی اور مشکل وقت میں ہمیں توقع ہے کہ ہمدردان اصلاح اپنی مدد سے ہمیں محروم نہ رکھیں گے اگر آپ حضرات فرداً فرداً دو دو چار چار خریدار بھی اصلاح کے عنایت فرما دیں یا ادارۂ اصلاح کی وہ مطبوعات طلب کرلیں جو اب تک آپ تک نہیں پہونچ سکیں تو ہماری پریشانیاں بڑی حد تک دور ہو جائیں اور سال کے بقیہ پرچوں میں زیادہ سے زیادہ صفحات ائمہ اربعہ کے شائع ہو جائیں ابھی تو یہ کتاب ۱/۴ بھی شائع نہیں ہو سکی۔

پاکستان کے مومنین

سے گزارش ہے کہ براہ کرم اس سال کا چندہ جلد بذریعہ منی آرڈر جناب سید محمد حسین صاحب بی اے، ۲۳ جی آر ڈبلیو ٹاؤن نس روڈ۔ کراچی ۳ کے نام روانہ فرما کر شکر گزار کریں۔ سال ختم ہونے کو صرف ۳ مہینے رہ گئے اور ہمیں بیحد مشکلات کا سامنا ہے امید ہے کہ اس پرچہ کے پہونچتے ہی جن خریداران اصلاح نے اب تک اپنے چندے نہیں عنایت کئے جلد ہی روانہ فرما کر ممنون کریں گے۔

افسوسناک حادثے

ہمدرد اصلاح جناب سید اطوار حسین صاحب بی کام ڈپٹی ڈائریکٹر این۔ ای ریلوے گورکھپور کے والد ماجد جناب سید ریاض الحسن صاحب مرحوم نے [illegible] کی مختصر علالت میں انتقال کیا مرحوم بڑے دیندار اور اوصاف حمیدہ کا مرقع تھے ہمیں اس حادثہ میں مرحوم کے اخلاف سے دلی ہمدردی ہے خداوند عالم مرحوم کے درجات عالی کرے اور متعلقین کو صبر جمیل کرامت فرمائے مومنین سے استدعا ہے کہ سورۂ فاتحہ و توحید کا ثواب مرحوم کی روح کو ایصال فرما کر ادارہ کو ممنون فرمائیں۔

سوانح عمری حضرت عمر کی اشاعت

حضرت حجۃ الاسلام مولانا سید علی حیدر صاحب قبلہ طاب ثراہ کی بے مثل شاہکار تصنیف، سوانح عمری حضرت عمر جو عرصہ تک نایاب رہنے کے بعد دوبارہ تیار ہو گئی ہے مگر بہت تھوڑی تعداد میں، یہ کتاب حضرت عمر کی مکمل سوانح عمری بھی ہے اور مولوی شبلی صاحب کی الفاروق کا تحقیقی جواب بھی قیمت حصہ اول تین روپیہ حصہ دوم تین روپے علاوہ محصولڈاک۔

البلاغ المبین

جناب شمس العلماء آغا سلطان مرزا صاحب دہلوی کی لاجواب تصنیف امامت و خلافت امیر المومنین سے متعلق اردو زبان میں اس سے جامع اور مفصل کتاب آج تک منظر عام پر نہیں آئی، چند نسخے باقی رہ گئے ہیں۔ ضخیم ہر دو جلد ۱۰۵۰ صفحات قیمت بیس روپیہ ۲۰ علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ: منیجر اصلاح کھجوا ضلع سارن (بہار)

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

صحیح بخاری نے جتنی شہرت و مقبولیت حاصل کی کمتر کسی کتاب کو نصیب ہوئی۔ یوں احادیث نبویؐ کے بہت سے مجموعے منظر عام پر آئے مگر جو درجہ و منزلت صحیح بخاری کی مسلمانوں کی نگاہوں میں ہے کسی مجموعہ احادیث کی نہیں۔ یہ عالم ہے اس کی جلالت و منزلت کا کہ بڑے بڑے حافظان حدیث اور ناقدین فن اس پر نکتہ چینی اور خردہ گیری کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ بڑے بڑوں نے اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور یہ سمجھتے ہوئے کہ فلاں حدیث غلط ہے اسے غلط کہنے کی ہمت نہ کر سکے۔

علامہ ذہبی بخاری کی بعض حدیثوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

ولولا ھیبۃ الصحیح لقلت انھا موضوعۃ۔ اگر صحیح بخاری کی ہیبت نہ ہوتی تو میں کہتا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

علامہ ابن حزم نے جرأت کر کے صحیح بخاری کی بعض حدیثوں کی تکذیب کی تو ہر طرف سے ان پر لے دے ہوئی۔

(تہذیب التہذیب جلد ۸ ص۱۲۶)

اس لئے کہ صحیح بخاری کو آنکھ بند کر کے تسلیم کر لینا دستور بن چکا ہے اور کسی کے لئے یہ ممکن نہیں کہ آزادی رائے سے کام لے سکے۔

مگر ان سب کے باوجود بعض حافظان حدیث اور کبار محدثین نے کھلے لفظوں میں اور پوری آزادی کے ساتھ صحیح بخاری پر نکتہ چینی کی ہے خاص خاص اعتراضات جو اس پر کئے گئے ہیں وہ یہ ہیں :-

(۱) اس کتاب کی ترتیب الٹ پلٹ ہے۔

(۲) ایک ہی حدیث کتنی ٹکڑوں میں کاٹ کر مختلف ابواب میں درج کیا ہے ایک ٹکڑا کسی باب میں دوسرا ٹکڑا کسی باب میں اور قیامت یہ کہ حدیث تو ایک ہی تھی مگر اسکے ایک ٹکڑے کو کسی سلسلۂ اسناد سے کسی باب میں لکھا ہے اور دوسرا سلسلۂ اسناد سے دوسرے باب میں۔ صرف حدیثوں کی تعداد بڑھانے کے لئے ورنہ حقیقۃً وہ حدیث ایک ہی تھی۔ پھر بعض ٹکڑوں کو انھوں نے سلسلہ بسلسلہ راویوں کے ذریعہ لکھا ہے دوسرے ٹکڑے کے سلسلۂ اسناد کی بیچ بیچ کی کڑیاں چھوڑ دی ہیں۔ یہ ایسی شدید خامی ہے کہ اس کا حامیان صحیح بخاری سے کوئی جواب بن نہ پڑا۔

(۳) حافظان حدیث نے تقریباً ۱۱۰ حدیثوں پر سخت خردہ گیری کی ہے جن میں ۳۲ حدیثیں تو ایسی ہیں جو صحیح بخاری و صحیح مسلم دونوں میں موجود ہیں اور ۷۸ حدیثیں ایسی ہیں جنھیں صرف امام بخاری نے صحیح بخاری میں لکھا ہے۔

(۴) امام بخاری نے بہت سے ضعیف اور غیر معتبر لوگوں کی بیان کردہ حدیثیں صحیح بخاری میں درج کر دی ہیں علمائے حدیث نے ایسے ضعیف و غیر ثقہ راویوں کی تعداد ۸۰ بتائی ہے۔

بہر حال ان تمام خامیوں کے باوجود صحیح بخاری بہت سے محدثین کے نزدیک محض اس وجہ سے سر آنکھوں پر

یاد رکھنے کے قابل ہے کہ امام بخاری کی شخصیت بہت عظیم تھی بعض لوگ تو اس کے متعلق بڑے زبردست عقیدے رکھتے ہیں۔ قاسمی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ:۔

صحیح بخاری قرآن کی ہمسر ہے اگر طاعون کے زمانہ میں کسی گھر میں صحیح بخاری کی تلاوت کی جائے تو گھر والے طاعون سے محفوظ رہیں گے اور اگر کوئی شخص کوئی نیت دل میں رکھ کر صحیح بخاری کی تلاوت کرے تو تلاوت ختم ہونے سے پہلے اس کی نیت پوری ہو جائے گی۔ جس کسی مصیبت میں بھی صحیح بخاری کی تلاوت کی جائے وہ مصیبت دور ہو جائے گی اور کسی کشتی میں اگر اس کی تلاوت ہو تو وہ کشتی غرق ہونے سے محفوظ رہے۔ (قواعد التحدیث للقاسمی ص ۲۵۱)

انھیں عقائد کے مطابق بڑے بڑے علماء اور اکابر امت کا عمل رہا چنانچہ جب کسی شہر میں کوئی بلا نازل ہوتی تو صحیح بخاری کے اجزا علماء اور طلبہ میں تقسیم کر دیئے جاتے مصیبت دور ہونے اور رنج و آلام زائل ہونے کے لئے۔ چنانچہ جنگ و جدال کے موقع پر صحیح بخاری محافظ تلوار اور نیزہ کی قائم مقام ہوتی آگ لگنے کے موقع پر پانی کا۔ ہیضہ میں احتیاطی تدابیر اور قرابادین کا اور گھروں کی خوشحالی و برکت اور بلاؤں سے محفوظ رہنے کا ذریعہ ہوتی۔ مختصر یہ کہ صحیح بخاری رحمتوں کے نزول کا سبب اور برکتوں کے برقرار رہنے کا ذریعہ تھی۔ (دیکھئے قواعد التحدیث ص ۲۵۱)

ہم پیغمبر خدا کی حدیثوں کی عظمت سے مجال انکار نہیں اور نہ ہم انکی برکتوں سے منکر ہیں۔ لیکن یہ سوال دل میں ضرور پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ خصوصی شرف صحیح بخاری ہی کو کیوں حاصل ہوا دیگر حدیث کی کتابیں کیوں محروم رہیں پھر یہ بھی سوال ہوتا ہے کہ مذکورۂ بالا مواقع پر صحیح بخاری کی جگہ قرآن مجید تلاوت کئے جانے کے قابل کیوں نہیں سمجھا جاتا کیا قرآن مجید کی تلاوت سے بلائیں رد اور شفا نہیں حاصل ہو سکتی؟ صحیح بخاری ہمسر قرآن کیوں قرار دی گئی مصائب و شدائد میں اس کو وسیلہ بنانا کیوں مستحکم عقیدہ بن گیا اگر یہ خصوصیت صحیح بخاری کو اس وجہ سے حاصل ہوئی کہ اسکی حدیثیں صحیح ہیں تو امام مالک کی موطا کو بھی یہ خصوصیت حاصل ہونی چاہیئے تھی جس کے متعلق علماء کا نظریہ یہ ہے کہ خدا کی کتاب قرآن کے بعد صحیح ترین کتاب موطا ہے۔ صحیح مسلم کو یہ خصوصیت کیوں نہ حاصل ہوئی جس کے متعلق علماء کا نظریہ ہے کہ آسمان کے نیچے مسلم سے بڑھ کر صحیح ترین کوئی کتاب نہیں (تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص [illegible])

علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:۔

"امام مسلم کی صحیح مسلم کو جو عظمت و جلالت نصیب ہوئی وہ کسی دوسرے کو نہیں یہاں تک کہ بہت سے لوگ اسے صحیح بخاری پر ترجیح دیتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ امام مسلم نے بہت سے طریقوں کو جمع کیا ترتیب عمدہ دی اور اداے الفاظ میں پوری احتیاط برتی کسی حدیث کے ٹکڑے یا ریزے نہیں کئے۔"

امام حاکم فرماتے ہیں کہ:۔

میں نے ابو الولید کو کہتے سنا کہ مجھ سے میرے باپ نے پوچھا کونسی کتاب جمع کر رہے ہو میں نے کہا بخاری میرے باپ نے کہا تم مسلم پر توجہ دو کہ اس میں برکت زیادہ ہے۔

صحیح ترمذی کا بھی یہی ترتیب و تدوین بھی بہت سلیقہ سے کی گئی ہے اور جس میں حدیثوں کی صحت کا زیادہ اہتمام ہے اس کو یہ منزلت یہ درجہ کیوں نہیں نصیب ہوا حالانکہ علماء کا کہنا ہے کہ:۔

ان کتاب الترمذی انفع من البخاری۔	ترمذی کی جامع ترمذی بخاری کی کتاب سے زیادہ نافع ہے۔

تو اگر بخاری کو یہ عظمت و شوکت صرف اس کی حدیثوں کی وجہ سے حاصل ہے کہ اس کی تلاوت سے بلائیں رد ہوتی ہیں

طاعون دُور ہوتا ہے قحط سالی مبدل بہ خوشحالی ہوتی ہے مشکلیں آسان ہوتی ہیں تو انھیں سب باتوں کے لئے قرآن سے توسل زیادہ ضروری ہے۔ ہاں اگر صحیح بخاری کو یہ خصوصیت صرف اس وجہ سے حاصل ہے کہ یہ امام بخاری کی تالیف ہے اور امام بخاری ذاتی طور بڑے عظیم المرتبت تھے تو کیا کہنا ایسی عظمت و جلالت کا۔

یہ سب باتیں ایجاد بندہ ہیں حقیقت سے انھیں کوئی تعلق نہیں۔ بخاری کو جو یہ اہمیت و خصوصیت حاصل ہوئی اسکے کچھ اور ہی خصوصی اسباب تھے جن کے وضاحت کی یہاں گنجائش نہیں۔ ہماری غرض اس تحریر سے امام بخاری کی توہین کرنا نہیں نہ ہم ان کے حق میں کمی کرنا چاہتے ہیں کہ جمال الدین حنفی کی طرح یہ کہنے لگیں کہ:۔

من قرء کتاب البخاری تزندق۔ — جو شخص بھی بخاری پڑھے گا وہ زندیق ہو جائیگا
(شذرات الذہب جلد ۲ صـ)

اور نہ ہمیں ان سے خواہ مخواہ کا تعصب ہے ہم تمام علمائے اسلام کی عزت و احترام کرتے ہیں البتہ ایک بات کہے بغیر چارہ نہیں اور یہ بات ایسی ہے کہ ہر شخص اپنی انگلیاں دانتوں تلے دبا لیتا ہے وہ یہ کہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں امام جعفر صادق ع کی ایک حدیث بھی درج نہیں کی حالانکہ اعاظم علمائے اسلام اور کبار محدثین نے آپ کی حدیثوں کو سر آنکھوں پر رکھا ہے اور بڑے فخر و ناز سے آپکی حدیثیں نقل کی ہیں کیونکہ دنیائے اسلام میں امام جعفر صادق ع کی شخصیت عظیم ترین شخصیت تھی۔

کتنی وحشتناک بات ہے کہ امام بخاری نے ایرے غیرے کی حدیثیں قبول کیں ایسے لوگوں کی حدیثوں کو اپنی کتاب میں جگہ دی جن کا جھوٹا ہونا ساری دنیا جانتی ہو جنکی عدم عدالت اور بد اعتقادی مشہور عالم تھی جیسے ناصبی اشراد فرقہ قدریہ اور مرجبۂ وغیرہ کے لوگ۔ ان کی حدیثیں تو امام بخاری نے اس قابل سمجھیں کہ اپنے صحیح بخاری میں درج کریں مگر امام جعفر صادق ع جو فرزند رسول تھے جن کی عظمت و جلالت کا سارا زمانہ قائل ہے جن کے ثقہ ہونے کی لوگ قسمیں کھاتے ہیں ان کی حدیثیں اس قابل نہ سمجھیں کہ صحیح بخاری میں درج کرتے۔ (باقی آئندہ)

اکابر علمائے اسلام

کا

امام جعفر صادقؑ کو خراج عقیدت

سلسلہ کے لیے دیکھئے استقلال ۱۱ اگست ۶۵ء

"اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت علم کی ترقی و اشاعت نے سوچنے سمجھنے کی آزادی کو بڑی مدد پہنچائی اور فلسفیانہ مباحثے ہر اسلامی شہر میں عام طور پر ہونے لگے اس موقع پر ہمیں یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ اس تحریک کے سرگروہ علی ابن ابی طالبؑ کے پوتے امام جعفر صادقؑ تھے یہ بہت وسیع فکر اور گہری عقل والے انسان تھے اپنے زمانہ کے تمام علوم پر آپ کو عبور حاصل تھا اور یہ کہنا عین حقیقت ہوگا کہ آپ ہی پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے فلسفہ کی درسگاہوں کی بنیاد رکھی وہ درسگاہیں جن کا چرچا زبان زد خلائق ہے آپ کی علمی درسگاہ میں صرف وہی لوگ حاضری نہ دیتے تھے جو آگے چل کر کسی فقہی مذہب کے بانی ہوئے (جیسے امام ابو حنیفہ امام مالک، سفیان ثوری وغیرہ) بلکہ آپ کی درسگاہ میں دور دراز کے علاقوں سے فلسفہ کے طالب علم بھی آکر شریک ہوتے"

(سید امیر علی: تاریخ العرب صفحہ ۱۹۱)

"جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسینؑ بن علی بن ابی طالب۔ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ تھی اور بعض لوگوں نے ابو اسماعیل بتائی ہے اور آپ کے القاب، صادق، فاضل طاہر تھے اور مشہور ترین لقب صادق تھا۔ لوگوں نے آپ سے بے شمار علوم حاصل کیے اور آپ نے اپنے شہروں میں سفر کیے اور اطراف و اکناف عالم میں آپ کا شہرہ ہو پہنچا بڑے بڑے ائمہ نے آپ سے تحصیل علم حدیث کی جیسے یحییٰ، امام مالک، امام ابو حنیفہ وغیرہ"

(محمود بن وھیب البغدادی (جواہر الکلام صفحہ ۱۰۲ طبع بغداد)

"امام ابو عبد اللہ جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب جو ہاشمی و مدنی تھے اور آپ کا لقب صادق تھا۔ آپ کی ماں ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر تھیں۔ آپ نے اپنے پدر بزرگوار اور اپنے نانا قاسم بن محمد اور نافع، عطاء، محمد بن منکدر اور زہری وغیرہ سے حدیثیں سنیں اور آپ سے محمد

ابن اسحاق - یحییٰ انصاری، مالک، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ - ابن جریج - شعبہ - یحییٰ القطان اور دوسرے لوگوں نے تحصیل حدیث کی۔ تمام لوگوں نے آپ کی امامت اور عظمت و جلالت پر اتفاق کیا ہے۔ عمرو بن مقدام کا کہنا تھا کہ جب میں امام جعفر صادق کی طرف نظر کرتا تو یہ یقین کرنے پر مجبور ہوتا کہ آپ اولاد انبیاء سے ہیں۔

ابو زکریا محی الدین بن شرف (تہذیب الاسماء جلد ا صفحہ ۱۵۰)

"جعفر صادق ابو عبداللہ بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالبؑ آپ سے بے شمار علماء نے تحصیل علم حدیث کی جیسے امام مالک۔ سفیان ثوری۔ سفیان بن عیینہ ابن جریج - ابن اسحاق۔ اور سب نے اتفاق کیا ہے آپکی امامت، جلالت و سیادت پر میں پیدا ہوئے اور ۱۴۸ھ میں انتقال کیا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کو زہر دیا گیا۔ روایت حدیث میں آپ کو شافعی - ابن معین - ابو حاتم - ذہبی وغیرہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ اہل بیتؑ کے صاحبان فضل اور علماء سے آپ تھے۔"

احمد شہاب الدین الخفاجی (شرح شفاء)

"امام جعفر صادق مستجاب الدعوات تھے جب بھی خدا سے کسی چیز کا سوال کرتے آپکی دعا پوری بھی نہ ہونے پاتی کہ وہ چیز آپکے سامنے ہوتی۔" شبلنجی (نور الابصار)

"ابو عبداللہ جعفرؑ بن محمدؑ علوی بنی ہاشم کے سردار تھے۔" (ذہبی)

"جعفرؑ بن محمدؑ جنکی کنیت ابو عبداللہ تھی فقیہ اور صدوق تھے۔" زرقانی (شرح مواہب جلد ا صفحہ ۵)

"ابو عبداللہ جعفرؑ بن محمد الباقرؑ بن علیؑ زین العابدین بن حسینؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ مذہب امامیہ کی بنا پر ائمہ اثنا عشر سے ایک امام تھے آپ اہل بیتؑ کے سردار دنیں سے تھے آپکی صداقت و راستگوئی کی بنا پر آپ کا لقب صادق ہوا۔ آپکے فضائل اتنے مشہور ہیں جن کے ذکر کی ضرورت ہی نہیں۔"

ابن خلکان (وفیات الاعیان)

"دودمان نبوت و معدن شرافت ابو عبداللہ جعفر صادق بن ابی جعفر محمد الباقر بن زین العابدین علی بن الحسین الہاشمی العلوی۔ آپ کی ماں ام فروہ بنت قاسم بن ابی بکر تھیں۔ پدری حیثیت سے آپ علوی ہیں اور مادری حیثیت سے بکری۔ آپ مدینہ منورہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور اسی مدینہ میں آپنے انتقال کیا اور قبرستان بقیع میں مدفون ہوئے جہاں آپکے پدر بزرگوار امام محمد باقرؑ جد بزرگوار زین العابدینؑ اور آپ کے جد زین العابدینؑ کے چچا حسنؑ بن علیؑ مدفون ہیں۔ آپ کا لقب صادق آپ کی راست گفتاری کے سبب ہوا توحید وغیرہ کے متعلق آپکے بڑے نفیس ارشادات ہیں آپکے شاگرد جابر بن حیان صوفی نے ہزار ورق کی ایک کتاب مرتب کی تھی جس میں آپ کے رسائل جو تقریباً پانچ سو کی تعداد میں تھے مدون کیے۔"

یافعی (مرآۃ الجنان جلد ا صفحہ ۳۰۴)

شیخ مناوی کواکب دریہ جلد ا صفحہ ۹۳ میں امام جعفر صادقؑ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"آپکے بے شمار کرامات اور مشہور مکاشفات ہیں منجملہ ان کے یہ ہے کہ:-

ایک شخص نے منصور دوانیقی سے آپ کی چغلی کی جب منصور حج کے لیے گیا تو اُس چغلی کھانے والے کو طلب کیا اور پوچھا تُمنے جو چغلی کھائی تھی اُس پر قسم کھا سکتے ہو اُس نے کہا ہاں، امام جعفر صادقؑ نے کہا میں جس طرح کہوں اس طرح اس سے

حلف لیا جائے منصور نے کہا آپ اس سے حلف لیجئے آپ نے اس چغلی کھانے والے سے کہا یوں کہو۔

برئت من حول اللّٰہ وقوتہ والتجأت الی حولی وقوتی لقد فعل جعفر کذا وکذا

میں خداوند عالم کی قوت وطاقت سے بے پناہ ہو کر اور اپنی قوت وطاقت پر بھروسہ کرکے کہتا ہوں کہ جعفر صادق نے ایسا اور ایسا کیا۔

پہلے تو اس شخص نے قسم کھانے میں پس و پیش کی پھر اسی طرح قسم کھانے لگا ابھی اس کی قسم پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ مر گیا۔

ایک اور واقعہ یہ ہے کہ کسی سرکش و ظالم نے آپ کے غلام کو قتل کر ڈالا آپ نے رات بھر نماز پڑھی اور پچھلے صبح اس پر بددعا کی اسی وقت اس ظالم کے گھر سے رونے پیٹنے کی صدا بلند ہوئی۔

ایک اور واقعہ یہ ہے کہ جب آپ نے اپنے چچا زید شہید کے متعلق حکم بن عباس کلبی کا یہ شعر سنا جو اس نے جناب زید کی ہجو اور مذمت میں کہا تھا)

صلبنا لکم زیدا علی جذع نخلة — ولم تر مهديا علی الجذع يُصلب

ہم نے تمہارے زید کو کھجور کے تنے پر سولی دی — ہم نے تو کسی مہدی کو تنے پر سولی دیے جاتے نہیں دیکھا

امام جعفر صادق نے فرمایا خداوندا اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط فرما چنانچہ اس حکم بن عباس کو شیر نے پھاڑ ڈالا۔

"امام جعفر صادق جو بے شمار مناقب اور مشہور فضائل والے ہیں آپ سے بہت سے لوگوں نے تحصیل علم حدیث کی جیسے مالک بن انس۔ ابوحنیفہ، یحیٰی بن سعید، ابن جریج، وغیرہ۔ آپ ۸۰ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے آپ کے فضائل کا زمانہ و سالی کی پیشانیوں پر کامل ہے اور شرافت و عزت کی محفلیں آپ کے مکارم و مفاخر کے تذکرہ سے جھلک رہی ہیں آپ نے ۱۴۸ھ میں وفات پائی"

(عبداللہ الشبراوی (الاتحاف بحب الاشراف ص۵۴)

"جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب ہاشمی ابوعبداللہ الصادق المدنی آپ علماء اسلام میں سے ایک بزرگ فرد ہیں آپ نے اپنے پدر بزرگوار اپنے جد امجد اور اپنے نانا قاسم بن محمد بن ابی بکر سے حدیث سنی اور آپ سے بے شمار لوگوں نے تحصیل علم حدیث کی منجملہ ان کے فرزند ان موسیٰ و شعبہ، سفیان ثوری۔ سفیان بن عیینہ اور امام شافعی، ابن معین اور ابوحاتم نے کہا ہے کہ آپ ثقہ تھے، ۶۸ سال کی عمر میں آپ نے ۱۴۸ھ میں انتقال کیا"

(خزرجی (خلاصہ ص۵۳)

"ابوعبداللہ جعفر صادق سادات اہل بیت سے تھے راست گفتاری کے سبب آپ کا لقب صادق ہوا ۸۰ھ میں پیدا ہوئے آپ سے امام مالک، ابوحنیفہ اور بے شمار علمائے مدینہ نے تحصیل علم حدیث کی"

محمد الخضری (التشریع الاسلامی ص۲۳۳)

اس زمانہ میں سب سے بڑی شخصیت جنہوں نے شیعی فقہ کی تشکیل و ترتیب کی بلکہ اسی زمانہ میں ہی نہیں بلکہ مختلف زمانوں میں سب سے بڑی شخصیت امام جعفر صادق ہی کی تھی۔ خلاصہ یہ کہ امام جعفر صادق اپنے زمانہ میں بھی سب سے بڑی شخصیت تھے اور اپنے بعد کے زمانہ میں بھی اور منصور کی حکومت کے دسویں برس آپ نے رحلت فرمائی" (ڈاکٹر احمد امین)

• جعفر بن محمد مسلمانوں کے لئے ایسے ایک فخر و ناز امام تھے کہ یہ فخر و ناز کبھی ختم ہونے والا نہیں آج سے لیکر قیامت کے دن تک جو دن بھی آئے گا یہ فخر و ناز باقی رہے گا آپ زاہدوں کو زہد کی تعلیم دیتے علماء کو اپنے علم سے

آراستہ کرتے۔ پریشان حالوں کی رہبری کرتے، خطروں میں کودنے والوں کی ہمت افزائی کرتے، ظلم کی بنیاد منہدم کرتے، عدالت کی بنیاد قائم کرتے اور آپ تمام مسلمانوں کو پکار کر کہتے کہ آؤ اور ایک مرکز پر مجتمع ہو جاؤ اور ایسی قوم جن کا پروردگار ایک، جن کا نبی ایک وہ باہم کتنا ہی اختلاف کریں لیکن جلد ہی ایک دن متحد و متفق ہو کر رہیں گے۔"

(عبد العزیز سید الاہل (کتاب جعفر بن محمد ص...)

"امام جعفر صادق کے گھر کی حیثیت ایک یونیورسٹی کی حیثیت تھی جس میں ہمیشہ حدیث و فقہ و حکمت و علم کلام کے بڑے بڑے علماء کا اژدحام رہتا۔ آپ کی مجلس درس میں کبھی کبھی دو ہزار اور کبھی چار ہزار علماء شریک ہوتے۔ آپ کے شاگردوں نے ان تمام حدیثوں اور ان تمام اسباق کو جو انھوں نے آپ سے حاصل کئے بہت سی کتابوں میں مدون کیا۔ یہ کتابیں شیعہ مذہب یا مذہب جعفری کے انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہیں۔"

(سید محمد صادق پروفیسر جامعہ قاہرہ)

"ابو عبد اللہ جعفر الصادق بن محمد الباقر بن زین العابدین مذہب امامیہ کی بنا پر ائمہ اثنا عشر سے ایک امام ہیں۔ آپ اہلبیت نبوی کے سادات میں سے ہیں اور راست گفتاری کی وجہ سے آپ کا لقب صادق ہوا۔"

فرید وجدی

"جعفر صادقؒ فرزند تھے امام محمد باقرؒ بن علیؒ زین العابدین کے۔ آپ سادات اہلبیت سے تھے۔ راست گفتاری کے سبب سے آپ کا لقب صادق ہوا۔ آپ کا فضل و شرف بہت عظیم ہے فن کیمیا و زجر و فال میں آپ کے بہت مقالے ہیں۔ آپ کے شاگرد جابر بن حیان نے ہزار صفحات کی ایک کتاب تالیف کی جس میں آپ کے ۵ سو رسالے مدون کئے تھے۔ آپ ہی کی طرف کتاب "الجفر" منسوب ہے۔ عنقریب ہم اس کتاب کا ذکر کریں گے۔ امام جعفر صادقؒ بڑے ادیب، پرہیزگار، دیندار اور اپنی سیرت میں استوار انسان تھے۔"

(بطرس البستانی (دائرۃ المعارف ج ۶ ص ...)

ہم اس موقع پر انہیں چند اکابر اسلام کے اقوال درج کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ موقع ملا تو آئندہ ہم موجودہ دور کے اکابر علمائے اسلام کے کلمات بھی نقل کریں گے جو انھوں نے امام جعفر صادقؑ کو خراج عقیدت ادا کرتے ہوئے لکھے ہیں۔

یہاں ایک بات کی طرف تنبیہ کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے جس کا ذکر ان مذکورۂ بالا اکابر علمائے اسلام کے اقوال میں کئی جگہ آیا ہے اور وہ زجر و فال کا، امام جعفر صادق کی طرف منسوب ہونا ہے۔

یہ خطا و لغزش ہے۔ امام جعفر صادقؒ کو زجر و فال سے کیا نسبت ہے؟ امام اپنی بالغ نظری، اپنی فہم و فراست، علم و حکمت اور صفائے باطن کے سبب آئندہ ہونے والے واقعات کو معلوم کر لیتے اور واقعات کو انکے پیش آنے سے قبل بیان کر دیا کرتے۔ اصل میں لوگوں کو اس بارے میں اشتباہ ہو گیا ہے۔ آپ ہی کے نام کا ایک شخص جعفر بن محمد بلخی جو ابو المعشر فلکی کے نام سے مشہور تھا زجر و فال میں شہرت کا حامل اور علم نجوم میں استاد تھا۔ لوگوں نے اسکی بیان کردہ خبریں کثرت سے نقل کیں اور اس کا چرچا عام ہوا۔ اسی اشتباہ اسم کی وجہ سے بعض لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ علم زجر و فال امام جعفر صادق ہی کی طرف منسوب ہے۔

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:۔

"ظاہر ہے کہ امام جعفر صادقؑ کی طرف جس علم زجر و فال اور اختلاج اعضاء کی نسبت دی گئی ہے وہ اصل میں جعفر بن ابی معشر کی طرف منسوب ہے۔ اور امام جعفر صادق کی طرف یہ لوگوں کی غلطی ہے جو آپ کی طرف نسبت دیتے ہیں۔"

(البدایۃ والنہایہ جلد ۱۱ ص ۶۱)